تفسیر قرآن کے آداب

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر وتاویل کا مفہوم

تفسیر کے معنی ہیں: ’’کسی چیز کا کھولنا، ظاہر کرنا، بیان کرنا۔‘‘ اور اہل علم کی اصطلاح میں تفسیر قرآن کے معنی ہیں: ’’قرآن کریم کے معانی کو بیان کرنا اور مرادِ خداوندی کی تعیین کرنا۔‘‘

تاویل کے معنی ہیں: ’’پھیرنا، لوٹانا‘‘ اور اہل علم کی اصطلاح میں تاویل سے مراد ہے:

’’قرآن کریم کے الفاظ اور جملوں کو ان کی اصل مراد کی طرف لوٹانا۔‘‘

تفسیر وتاویل کے الفاظ عموماً ہم معنی استعمال کیے جاتے ہیں اور بعض اہل علم ان دونوں کے درمیان یہ فرق کرتے ہیں کہ تفسیر کا لفظ زیادہ تر مفرد الفاظ کی تشریح کے لیے استعمال ہوتا ہے اور تاویل کا لفظ جملوں کا مفہوم بیان کرنے کے لیے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ: جس فقرے کا مفہوم قطعی طور پر متعین ہو اور اس میں کسی دوسرے مفہوم کی گنجائش نہ ہو ایسے مفہوم کو بیان کرنا تفسیر کہلاتا ہے اور جہاں متعدد معانی کا احتمال ہو وہاں غور وفکر کے بعد ایک پہلو کو متعین کرنے کا نام ’’تاویل‘‘ ہے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ: جو مفہوم منقول ہو اس کا نام تفسیر ہے اور جو اجتہاد واستنباط سے تعلق رکھتا ہو اسے تاویل کہا جائے گا۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: الاتقان، نوع: ۷۷)

خلاصہ یہ کہ: ’’علم تفسیر اس علم کو کہتے ہیں جس میں قرآن کریم کے معنی بیان کیے جائیں اور اس کے احکام اور حکمتوں کو کھول کر واضح کیا جائے۔‘‘ (معارف القرآن، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، جلد اول، ص: ۴۹)

ایک نازک ترین ذمہ داری

قرآن کریم کی تفسیر وتشریح ایک کٹھن کام اور نہایت نازک ترین ذمہ داری ہے، اس لیے کہ قرآن کریم حق تعالیٰ شانہٗ کا مقدس کلام ہے اور قرآن کریم کی تفسیر درحقیقت حق تعالیٰ شانہٗ کی ترجمانی کا نام ہے، جب ہم قرآن کریم کے کسی لفظ، کسی جملے یا کسی آیت کی تفسیر بیان کرتے ہیں تو

گویا ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی یہی مراد ہے، اس طرح اپنے بیان کیے ہوئے مفہوم کو حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف منسوب کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ اس سلسلہ میں ذرا سی لغزش اور سہل انگاری افتراء علی اللہ کا موجب ہوسکتی ہے، افتراء علی اللہ نہایت سنگین جرم ہے، حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے:

’’وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا أَوْ کَذَّبَ بِأٰیٰتِہٖ، إِنَّہٗ لَایُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۔‘‘

ترجمہ: ’’اور اس سے زیادہ کون بے انصاف ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھوٹا بتلادے، ایسے بے انصافوں کی رستگاری نہ ہوگی۔‘‘ (ترجمہ حکیم الامت تھانویؒ)

سربراہانِ مملکت اور شاہانِ عالم کی ترجمانی کے فرائض ادا کرنا سب جانتے ہیں کہ کس قدر نازک ذمہ داری ہے اور جو شخص اس ذمہ داری پر فائز ہو اس کے لیے کیسی لیاقت ومہارت شرط ہے؟ شاہانہ رسوم وآداب اور زبان ومحاورات سے اس کا کس درجہ باخبر ہونا ضروری ہے، پھر ترجمانی کے فرائض ادا کرتے ہوئے اسے کس قدر حزم واحتیاط اور بیدار مغزی سے کام لینا چاہیے اور پھر دانستہ ونادانستہ غلط ترجمانی پر کس قدر عتاب شاہی کا اندیشہ ہے، جب سلاطین دنیا کی ترجمانی اس قدر نازک کام ہے تو اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شہنشاہِ مطلق، احکم الحاکمین کی ترجمانی کا کام کس قدر مشکل اور کتنا نازک ہوگا۔

قرآن کریم کی تفسیر اپنے اندر نزاکت کا ایک اور پہلو بھی رکھتی ہے اور وہ یہ کہ قرآن کریم ہی سے شاہراہِ انسانیت کی نشاندہی ہوتی ہے، اسی سے عقائد وعبادات کی شکلیں متعین ہوتی ہیں، اسی سے معاملات ومعاشرت کی تشکیل ہوتی ہے، اسی سے حق تعالیٰ شانہٗ کی پسند وناپسند، جائز وناجائز اور حلال وحرام کی حد بندی ہوتی ہے، اسی سے اخلاقی قدریں وجود پذیر ہوتی ہیں، اسی سے انسانیت وعبدیت کے پیمانے ڈھلتے ہیں، اسی سے اسلام کا عالم گیر قانون وجود میں آتا ہے، الغرض دین ومذہب، عقائد واعمال، اخلاق ومعاشرت، سیاست وتمدن اور عدل وانصاف کے قانونی، اخلاقی اور انسانی پہلوؤں کا مدار قرآن کریم ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر وتشریح میں ذرا سی بے احتیاطی بھی کتنے ہولناک مفاسد کا سبب بن سکتی ہے؟ اور ایسے بے احتیاط مفسر اور اس پر اعتماد کرنے والے کے حق میں شدید خطرہ ہے کہ یہ کتاب ہدایت ’’یَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا‘‘ کے بجائے ’’یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا‘‘ کا منظر پیش کرے۔

تفسیر قرآن میں سلف صالحین کی احتیاط ورزی

تفسیر قرآن کی اسی عظمت ونزاکت کے پیش نظر بہت سے سلف صالحین صحابہؓ وتابعینؒ تفسیر کے باب میں لب کشائی سے گریز کرتے تھے، چنانچہ جماعتِ صحابہؓ کے گل سرسبد اور انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد انسانیت کے سب سے افضل ترین شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بارے میں منقول ہے کہ ان سے قرآن کریم کے کسی لفظ کے معنی دریافت کیے گئے تو فرمایا:

’’أی أرض تقلّنی وأی سماء تظلنی إذا قلتُ فی کتاب اللّٰہ ما لا أعلم‘‘ (تفسیرابن کثیر،ج:۱،ص:۵)

اور سید التابعین حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب ان سے قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا جاتا تو فرماتے: ’’إنا لانقول فی القرآن شیئًا۔‘‘ (تفسیر ابن کثیر، ج:۱،ص:۶) یعنی ’’ہم قرآن کریم کی تفسیر میں کچھ نہیں کہا کرتے تھے۔‘‘

یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ قرآن کریم کی صرف انہی آیات میں لب کشائی کرتے تھے جن کا مفہوم قطعی طور پر معلوم ہوتا تھا۔ یزید بن ابی یزید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ سے حلال وحرام اور جائز وناجائز کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو معلوم ہوتا کہ یہ دنیا کے سب سے بڑے عالم ہیں، لیکن جب ہم ان سے قرآن کریم کی کسی آیت کے بارے میں سوال کرتے تو ایسے خاموش ہو جاتے گویا انہوں نے سنا ہی نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ’’اعلم الصحابہؓ‘‘ ہیں اور حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ ’’اعلم التابعین‘‘ ہیں، لیکن علم وفضل، دانش وبصیرت، تقویٰ وطہارت اور نورِ قلب میں بلند مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود وہ قرآن کریم میں لب کشائی سے گریز کرتے ہیں، کیونکہ وہ اس کی نزاکت سے باخبر ہیں اور جانتے ہیں کہ تفسیر میں معمولی بے احتیاطی کا وبال کتنا سنگین ہے۔

شرائطِ مفسر

قرآن کریم کی تفسیر کے لیے کسی لیاقت درکار ہے اور ایک مفسر قرآن میں کن اوصاف وشرائط کا پایا جانا ضروری ہے؟

علمائے امت نے اس پر تفصیل سے گفتگو فرمائی ہے، حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی:۹۱۱ھ) نے ’’الاتقان‘‘ کی ۷۸ویں نوع میں اس کا خلاصہ درج کردیا ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: بعض اہل علم تو اس کے قائل ہیں کہ کسی شخص کے لیے خواہ وہ کیسا عالم وفاضل ہو قرآن کریم کی تفسیر جائز ہی نہیں، بلکہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اسی پر بس کرنا ضروری ہے۔ (مگر یہ قول عامہ علماء کے نزدیک صحیح نہیں، ناقل)

اور علماء کی ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ جو شخص ان علوم میں مہارت رکھتا ہو، جو تفسیر کے لیے ضروری ہیں اس کے لیے قرآن کریم کی تفسیر جائز ہے اور یہ مندرجہ ذیل پندرہ علوم ہیں:

۱:.....علم لغت، ۲:.....علم صرف، ۳:.....علم نحو، ۴:.....علم اشتقاق، ۵:.....علم معانی، ۶:.....علم بیان، ۷:.....علم بدیع، ۸:.....علم قراءات، ۹:.....علم اصول الدین، ۱۰:.....علم اصول فقہ، ۱۱:.....علم اسباب النزول، ۱۲:.....علم ناسخ ومنسوخ، ۱۳:.....علم فقہ، ۱۴:.....علم حدیث، ۱۵:.....نورِ بصیرت اور وہبی علم۔

www.banuri.edu.pk

تفسیر کے آداب

اول:..... تفسیر کے مأخذ میں سب سے پہلا مأخذ قرآن کریم ہے، اس لیے مفسر کا فرض ہے کہ وہ کسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اس کے سیاق وسباق کے ساتھ ساتھ اس مضمون کی دوسری آیات کو بھی پیش نظر رکھے، کیونکہ قرآن کریم میں ایک ہی مضمون کو مختلف انداز وعنوان سے بیان کیا جاتا ہے، ایک مضمون ایک جگہ مجمل ہوگا تو دوسری جگہ مفصل، ایک جگہ مختصر ہوگا تو دوسری جگہ مطوّل، ایک جگہ مطلق ہوگا تو دوسری جگہ مقیّد، پس قرآن کریم کی کسی آیت سے ایسا مفہوم کشید کرنا جائز نہیں ہوگا، جو خود قرآن کریم کی آیات بینات کے خلاف ہو۔

دوم:..... اسی طرح مفسر قرآن کا یہ بھی فرض ہے کہ کسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اس ضمن میں آنحضرت ﷺ کے قول وفعل، ہدی وسیرت اور آپ ﷺ کی سنت وطریقہ کو پیش نظر رکھے اور تفسیر قرآن میں کوئی ایسی بات نہ کہے جو آنحضرت ﷺ کی سنت ثابتہ کے خلاف ہو، کیونکہ حق تعالیٰ شانہٗ نے جس طرح قرآن کریم کے الفاظ آپ ﷺ پر نازل فرمائے ہیں، اسی طرح اس کی تشریح وتوضیح کا بھی خود ذمہ لیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

’’ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ‘‘ (القیامۃ) ’’پھر اس کا بیان کرادینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔‘‘ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اس آیت کریمہ سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ کو قرآن کریم کی مراد (بیان) بھی حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے بتائی جاتی تھی، اس لیے قرآن کریم کے شارح ومفسر خود حق تعالیٰ شانہٗ ہیں اور چونکہ آنحضرت ﷺ نے وحی جلی وخفی اور نورِ نبوت کے ذریعہ قرآن کریم کو سمجھا تھا، اسی لیے آپ قرآن کریم کی تشریح وتفسیر میں بھی تلمیذ الرحمٰن تھے اور امت کو قرآن کریم کے مفہوم ومقصود سے آگاہ کرنا بھی آپ کے فرائض میں شامل تھا، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

’’وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ‘‘ (النحل:۴۴)

ترجمہ: ’’اور آپ پر بھی یہ قرآن اتارا ہے، تاکہ جو جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ان کو آپ ان پر ظاہر کردیں اور تاکہ وہ فکر کیا کریں۔‘‘ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

’’وَمَاأَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِیْ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔‘‘ (النحل:۶۴)

ترجمہ: ’’اور ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس واسطے نازل کی ہے کہ جن امور میں لوگ اختلاف کررہے ہیں آپ لوگوں پر اس کو ظاہر فرمادیں اور ایمان والوں کی ہدایت اور رحمت کی غرض سے۔‘‘ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

’’إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاکَ اللّٰہُ۔‘‘ (النساء:۱۰۵)

ترجمہ: ’’بے شک ہم نے آپ کے پاس یہ نوشتہ بھیجا ہے واقع کے موافق، تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کے موافق فیصلہ کریں جو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا ہے۔‘‘ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

پس امت کے لیے قرآن کریم کے سب سے پہلے شارح ومفسر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال وافعال، احکام وفرامین اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسنت قرآن حکیم ہی کی شرح وتفصیل ہے، اسی حقیقت کو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

’’کان خلقه القرآن۔‘‘ (صحیح مسلم، ج:۱،ص:۲۵۶)..... ترجمہ: ’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن تھا۔‘‘

مطلب یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات، طور وطریق اور سیرت وکردار سب قرآن کریم کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ بھی فرماتے یا کرتے تھے وہ سب قرآن کریم ہی کی تعلیم تھی، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم قرآن کریم کا شارح تھا، اسی کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ذرا کھول کر یوں بیان فرمایا:

’’کل ماحکم به رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فهو مما فهمهٗ من القرآن، قال تعالٰی: إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاکَ اللّٰہُ، فی آیات أخر‘‘ (الاتقان فی علوم القرآن، ج:۲،ص:۱۷۶)

ترجمہ: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فیصلے بھی فرمائے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم ہی سے سمجھے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم آپ کے پاس یہ نوشتہ بھیجا ہے واقع کے موافق، تاکہ آپ ان لوگوں کے درمیان اس کے موافق فیصلہ کریں، جو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا ہے۔‘‘

ہمارے شیخ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے شیخ امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ کا ارشاد نقل کیا ہے:

’’اگر نورِ بصیرت کے ساتھ احادیث شریفہ پر غور کیا جائے تو نظر آئے گا کہ بہت سی احادیث قرآن کریم کے چشمہ صافی سے نکلی ہیں، یہاں تک کہ بہت سی احادیث شریفہ میں قرآن کریم کی تعبیرات کی طرف لطیف اشارات پائے جاتے ہیں۔‘‘ (یتیمۃ البیان، ص:۲۸)

قرآن کریم کی تشریح وتفسیر کے لیے قرآن کریم کے شارح اول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح وتبیین کس قدر ناگزیر ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل مثالوں سے ہوگا:

۱:..... قرآن کریم میں بار بار ’’اقامتِ صلوٰۃ‘‘ کا حکم دیا گیا ہے، کس وقت کی نماز کی کتنی رکعات ہیں؟ نماز کے شرائط وارکان کیا ہیں؟ نماز کہاں سے شروع ہوکر کہاں ختم ہوتی ہے؟ وغیرہ وغیرہ بیسیوں سوالات ایسے ہیں جن کی تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل سے فرمائی ہے اور ان تشریحات نبوی کے بغیر کسی شخص کے لیے یہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم کے حکم ’’اقامتِ صلوٰۃ‘‘ کا مفہوم متعیّن کرسکے۔

www.banuri.edu.pk

۲:.....قرآن کریم میں بہت سی جگہ زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن زکوٰۃ کس مال پر فرض ہے؟ کس پر نہیں؟ زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے؟ زکوٰۃ کی کتنی مقدار فرض ہے؟ یہ اور اس قسم کے تمام امور آنحضرت ﷺ کی تشریح سے امت کو معلوم ہوئے ہیں، ورنہ کوئی شخص مرادِ خداوندی کو دریافت نہیں کرسکتا تھا۔

۳:.....قرآن کریم میں حج بیت اللہ کا حکم دیا گیا ہے، لیکن حج کا طریقہ کیا ہے؟ اور اس کے ارکان ولوازمات کیا ہیں؟ ان تمام امور کی تفصیل آنحضرت ﷺ کی قولی وعملی تشریح سے معلوم ہوئی، اس کے بغیر کوئی شخص ''قرآنی حج'' کا طریقہ کار متعین نہیں کرسکتا تھا۔

یہ چند مثالیں اسلام کے اہم ترین ارکان کی عرض کی گئی ہیں، جن سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ قرآن کریم کی مراد آنحضرت ﷺ کے قول وفعل اور ہدی وسیرت میں متشکل ہوکر سامنے آتی ہے۔

سوم:..... مفسر کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ تفسیر میں آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے انوار سے روشنی حاصل کرے اور کسی آیت کی ایسی تفسیر نہ کرے جو حضرات صحابہؓ کی تفسیر کے خلاف ہو، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدرسۂ نبوت کے بلاواسطہ شاگرد ہیں اور حق تعالیٰ شانہٗ کی جانب سے آنحضرت ﷺ ایسے معلم انسانیت کو ان کا معلم ومرشد اور ہادی بنایا گیا، جیسا کہ متعدد مقامات پر فرمایا ہے: ''وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ'' ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کی تعلیم کتاب وحکمت کے بعد قرآن فہمی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہمسر کون ہوسکتا ہے؟ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نزولِ وحی اور اس کی عملی تشکیل کے عینی شاہد ہیں، سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الاتقان میں امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا ارشاد نقل کیا ہے:

''واللّٰہ مانزلت آیة إلا وقد علمتُ فیمَ أنزلت وأین أنزلت، إن ربی وھب لی قلبا عقولا ولسانا سئولا۔'' (الاتقان، نوع:۸)

ترجمہ: ''اللہ کی قسم! جو آیت بھی نازل ہوئی اس کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ کس بارے میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی؟ میرے رب نے مجھے بہت سمجھنے والا دل اور بہت پوچھنے والی زبان عطا فرمائی ہے۔''

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؓ نے برسرِمنبر فرمایا:

''سلونی، فواللّٰہ لاتسألون عن شیء إلا أخبرتکم وسلونی عن کتاب اللّٰہ، فواللّٰہ ما من آیة إلا وأنا أعلم أَبِلیلٍ نزلت أم بنھار، أم فی سھل أم فی جبل۔'' (حوالہ بالا)

ترجمہ: ''مجھ سے سوال کرو، پس اللہ کی قسم! مجھ سے جو بات بھی پوچھو گے اس کا جواب دوں گا اور مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں پوچھو، پس اللہ کی قسم! قرآن کریم کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے یہ علم نہ ہو کہ وہ رات کے وقت اتری تھی یا دن کے وقت، میدان میں اتری تھی یا پہاڑ پر۔''

اسی طرح فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کیا ہے:

''والذی لاإلٰہ غیرہٗ مانزلت آیة من کتاب اللّٰہ إلا وقد علمت فیمن نزلت وأین نزلت ولو أعلم مکان أحد أعلم بکتاب اللّٰہ منی تنالہ المطایا لأتیتہٗ۔'' (حوالہ بالا)

ترجمہ: ''اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، کتاب اللہ کی جو آیت بھی نازل ہوئی اس کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ کس کے حق میں نازل ہوئی؟ اور کہاں نازل ہوئی؟ اور اگر مجھے معلوم ہو کہ کوئی شخص کتاب اللہ کا مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے اور اس تک پہنچنا ممکن ہو تو میں ضرور اس کی خدمت میں حاضر ہوتا۔''

پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایسی محنت و جانفشانی سے فہم قرآن میں مہارت حاصل کی تھی کہ کوئی دوسرا شخص اس کا تصوّر بھی نہیں کرسکتا، اس سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بہت سے عجیب و غریب واقعات نقل کیے گئے ہیں، ان تمام واقعات کو نقل کرنا موجب طوالت ہوگا، یہاں حضرت ابوعبدالرحمٰن اسلمی رحمۃ اللہ علیہ کا صرف ایک فقرہ نقل کردینا کافی ہوگا، وہ فرماتے ہیں:

''حدثنا الذین کانوا یقرء ون القرآن، کعثمان بن عفانؓ وعبداللّٰہ بن مسعودؓ وغیرھما أنھم کانوا إذ تعلموا عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عشر آیات لم یتجاوزوھا حتّٰی یعلموا ما فیھا من العلم والعمل، قالوا: فتعلمنا القرآن والعلم جمیعا ولھٰذا کانوا یبقسون مدة فی حفظ السورة۔'' (الاتقان، نوع: ۷۸)

ترجمہ: ''جو حضرات ہمیں قرآن پڑھاتے تھے جیسے حضرت عثمانؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور دیگر حضرات رضی اللہ عنہم، انہوں نے ہمیں بتایا کہ وہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیتیں سیکھ لیتے تھے تو آگے نہیں پڑھتے تھے، یہاں تک کہ ان آیات میں جو کچھ علم و عمل ہے اس کا علم حاصل نہ کرلیں، وہ فرماتے تھے کہ ہم نے قرآن کریم، علم اور عمل تینوں کو اکٹھے سیکھا تھا، اسی بنا پر وہ مدت تک ایک سورت کے حفظ میں مشغول رہتے تھے۔''

الغرض تفسیر نبوی کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تفسیر سب سے مقدم ہے اور حقیقت میں وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تعلیم کا ثمرہ ہے، اس لیے ایک مفسر کے لیے اس کا نظر انداز کرنا کسی طرح ممکن نہیں اور اسی ضمن میں اکابر تابعین رحمۃ اللہ علیہم کی تفسیر آتی ہے جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن کریم کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی، اس لیے مفسر پر لازم ہے کہ وہ صحابہؓ و تابعینؒ کی تفسیر کے خلاف نہ چلے۔

چہارم:..... مفسر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اہل حق کے عقائد و اعمال اور اخلاق کا پابند نہ ہو، ''الإتقان'' میں امام ابوطالب طبریؒ سے نقل کیا ہے:

''إن من شرطہ صحة الاعتقاد أولا ولزوم سنة الدین، فإن من کان مغموصًا علیہ فی دینہ لایؤتمن علی الدنیا فکیف علی الدین، ثم لایؤتمن فی الدین علی الاخبار عن عالم فکیف یؤتمن فی الأخبار عن أسرار اللّٰہ تعالٰی ولأنہٗ لایؤمن إن کان متھما بالإلحاد أن

یبغی الفتنة ویغر الناس بلیّه وخداعه۔‘‘ (الاتقان،نوع:۷۸)

ترجمہ: ’’مفسر کے شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ پہلے تو اس کا عقیدہ صحیح ہو، دوسرے وہ سنت دین کا پابند ہو، کیونکہ جو شخص دین میں مخدوش ہو کسی دنیوی معاملے میں بھی اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا تو دین کے معاملے میں اس پر کیا اعتماد کیا جائے گا؟ پھر ایسا شخص اگر کسی عالم سے دین کے بارے میں کوئی بات نقل کرے اس میں بھی وہ لائق اعتماد نہیں، اسرارِ الٰہی کی خبر دینے میں تو کیا لائق اعتماد ہوگا۔ نیز ایسے شخص پر اگر الحاد کی تہمت ہو تو اس کے بارے میں یہ اندیشہ ہے کہ وہ تفسیر لکھ کر کوئی فتنہ نہ کھڑا کردے اور لوگوں کو اپنی چرب زبانی ومکّاری سے گمراہ کرے۔‘‘

پنجم:..... اسی طرح ہر قسم کی بدعت وکجروی سے مفسر کے ذہن کا پاک ہونا بھی ضروری ہے، ورنہ اس کی تفسیر ناقابل اعتماد ہوگی، کیونکہ وہ قرآن کریم کو اپنی بدعت کے رنگ میں ڈھالنا شروع کردے گا، نام تو ہوگا تفسیر قرآن کا، لیکن جو کچھ وہ لکھے گا وہ قرآن کریم کی تفسیر نہیں ہوگی، بلکہ اس کے بدعت آلود ذہن کا بخار ہوگا، اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں پر فہم قرآن کو حرام کردیا ہے جو بدعت وخواہش نفسانی کا چشمہ لگا کر قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ’’الاتقان‘‘ میں امام زرکشی کی ’’البرہان‘‘ سے نقل کیا ہے:

’’اعلم أنه لا یحصل للناظر فهم معانی الوحی ولا یظهر لهٗ أسرارهٗ وفی قلبه بدعة أو کبر أو هویً أو حب الدنیا أو هو مصرّ علٰی ذنب أو غیر متحقق بالإیمان أو ضعیف التحقیق أو یعتمد علٰی قول مفسر لیس عندهٗ علم أو راجع إلٰی معقوله وهٰذه کلها حجب وموانع بعضها آکد من بعض۔‘‘ (الاتقان، ج:۲،نوع:۷۸،ص:۸۱)

ترجمہ: ’’جاننا چاہیے کہ قرآن کریم کا مطالعہ کرنے والے پر وحی کے معانی ظاہر نہیں ہوتے اور اس پر وحی کے اسرار نہیں کھلتے، جبکہ اس کے دل میں بدعت ہو یا تکبر ہو یا اپنی ذاتی خواہش ہو یا دنیا کی محبت ہو یا وہ گناہ پر اصرار کرنے والا ہو یا اس کا ایمان پختہ نہ ہو یا اس میں تحقیق کا مادہ کمزور ہو، یا وہ کسی ایسے مفسّر کے قول پر اعتماد کرے جو علم سے کورا ہو، یا وہ قرآن کریم کی تفسیر میں محض عقل کے گھوڑے دوڑاتا ہو، یہ تمام چیزیں فہم قرآن سے حجاب اور مانع ہیں، ان میں بعض دوسری بعض سے زیادہ قوی ہیں۔‘‘

ششم:..... تفسیر بالرائے

جس طرح مفسّر کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے خیالات وافکار سے خالی الذہن ہوکر یہ سمجھنے کی کوشش کرے کہ اس آیت میں قرآن کریم کی دعوت کیا ہے، اور کن کن مسائل پر روشنی ڈالی جارہی ہے، خود اپنے خیالات وافکار قرآن کریم میں ٹھونسنے کی کوشش نہ کرے، اسی طرح اس کا یہ بھی فرض ہے کہ تفسیر بالرائے سے اجتناب کرے، کیونکہ تفسیر بالرائے حرام ہے اور اس پر سخت وعید آئی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادگرامی ہے:

’’من قال فی القرآن برأیه فلیتبوأ مقعدهٗ من النار وفی روایة : من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعده من النار۔‘‘ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ، ص:۳۵)

ترجمہ: ’’جس شخص نے قرآن میں اپنی رائے سے کوئی بات کہی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے اور ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے بغیر علم کے قرآن میں کوئی بات کہی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔‘‘

ایک اور حدیث میں ہے:

’’من قال في القرآن برأيه فأصاب فقد أخطأ۔‘‘ (رواہ الترمذی وابوداؤد)

ترجمہ: ’’جس شخص نے قرآن میں اپنی رائے سے کوئی بات کہی اس نے اگر ٹھیک کیا تب بھی غلط کیا۔‘‘

تفسیر بالرائے سے کیا مراد ہے؟

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ’’الاتقان، نوع:۷۸‘‘ میں ابن النقیب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ تفسیر بالرائے سے کیا مراد ہے؟ اس میں اہل علم کے پانچ قول ملتے ہیں:

اول:...... یہ کہ تفسیر قرآن کے لیے جن علوم کی ضرورت ہے کوئی شخص ان کو حاصل کیے بغیر تفسیر کرنے بیٹھ جائے۔

دوم:..... کوئی شخص ان متشابہات کی تفسیر کرنے لگے جن کی مراد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

سوم: غلط مذہب کو ثابت کرنے کے لیے تفسیر کرنا، یعنی کوئی شخص اپنے مذہب فاسد کو تو اصل بنائے اور تفسیر کو اس کے تابع کرے اور جس طرح بھی ممکن ہو کھینچ تان کر قرآن کریم کو اپنے مذہب پر چسپاں کرے۔

چہارم: بغیر دلیل کے کسی آیت کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی قطعی مراد یہ ہے۔

پنجم: محض اپنی خواہش و پسند کے مطابق تفسیر کرنا۔ (الاتقان، جلد دوم، ص:۱۸۳)

تحریفِ معنوی

خلاصہ یہ کہ یہ تمام صورتیں تفسیر بالرائے کے تحت داخل ہیں، ہمارے زمانے میں قادیانی، پرویزی وغیرہ دیگر گمراہ اور کجرو فرقوں کی تفسیروں کا یہی حال ہے، ان کی تفسیر ’تفسیر بالرائے‘ سے بڑھ کر قرآن کریم کی کھلی کھلی تحریف معنوی ہے، چنانچہ قرآن کریم کی آڑ لے کر قطعیاتِ دین کا انکار کیا جاتا ہے، آنحضرت ﷺ کی سنت متواترہ کو پسِ پشت ڈالا جاتا ہے، اسلام کے قطعی واجماعی عقیدہ کو جھٹلایا جاتا ہے، چودہ سو سالہ اکابر امت کے اجماع مسلسل سے (جس کو قرآن کریم نے ’’سبیل المؤمنین‘‘ فرمایا ہے) انحراف کیا جاتا ہے اور لغت وزبان کے قواعد سے آزاد ہوکر قرآن کریم کو جاہلانہ تحریفات کا تختۂ مشق بنایا جاتا ہے، ضروری تھا کہ ایسی تحریفات کی بھی چند مثالیں ذکر کردی جاتیں، لیکن افسوس کہ اس مختصر مضمون میں اس کی گنجائش نہیں۔

ترجمۂ قرآن کے آداب

قرآن کریم کا ترجمہ بھی تفسیر وترجمانی ہی کی ایک صورت ہے، اس لیے ترجمۂ قرآن میں بھی مندرجہ بالا اصول کا لحاظ رکھنا اشد ضروری ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ قرآن کریم کا صحیح ترجمہ کرنا اس کی تفسیر سے بھی مشکل اور نازک کام ہے، اس لیے اس میں حزم واحتیاط کی ضرورت اور بھی زیادہ ہے، ترجمہ کرتے وقت قرآن کریم کے الفاظ واسلوب کی رعایت رکھنا چاہیے اور یہ ایسی مشکل اور دشوار گزار گھاٹی ہے کہ اچھے اچھے لوگ اس میں لڑکھڑا جاتے ہیں، یہاں مؤرخ اسلام سید الملة والدین علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا اقتباس نقل کرتا ہوں، جو مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہٗ نے ''معارف القرآن'' میں ماہنامہ ''العلم'' کراچی کے حوالے سے نقل کیا ہے، سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اس سلسلے میں مجھے دو باتیں کہنی ہیں: ایک: تو یہ کہ قرآن پاک کے ترجمے میں بے احتیاطی کو کام میں نہ لایا جائے، یہ تحریف ہے، اور جس کی سزا کا حال معلوم ہے، ترجمہ بالکل لفظی کرنا چاہیے، پھر اس کی تشریح اپنے ضروری مطلب کے ساتھ کرسکتے ہیں، یہ کسی طرح درست نہیں کہ ترجمہ میں الفاظ کی رعایت کیے بغیر اپنے مطلوب کے مطابق کوشش کی جائے، یہ شدید تحریف ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ پھر کسی دوسری ضرورت کے وقت آپ کو اس آیت کا دوسرا ترجمہ دوسرے ڈھنگ سے کرنا پڑے گا، اس وقت آپ پر یہ ثابت ہوجائے گا کہ ہم نے اتباعِ ہویٰ کا دانستہ ارتکاب کیا۔ دوسری چیز یہ ہے کہ جمہور اسلام جس مسئلہ پر اعتقادی وعملی طور پر متفق ہوں ان کو چھوڑ کر تحقیق کی نئی راہ اختیار نہ کی جائے، یہ طریق تواتر وتوارث کی بیخ کنی کے مترادف ہے، اس گناہ کا مرتکب کبھی میں خود ہوچکا ہوں اور اس کی اعتقادی وعملی سزا بھگت چکا ہوں، اس لیے دل سے چاہتا ہوں کہ اب میرے عزیزوں اور دوستوں میں سے کوئی اس راہ سے نہ نکلے، تاکہ وہ اس سزا سے محفوظ رہے جو ان سے پہلوں کو مل چکی۔''

(معارف القرآن، ص:۱۲۶ از مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ، بحوالہ ماہنامہ العلم کراچی، جنوری تا مارچ ۱۹۵۹ء)

چند مفید تفاسیر

تفسیر کے موضوع پر ان مختصر اشارات کو ختم کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند مفید اور آسان تفاسیر کی طرف راہنمائی کردی جائے:

۱:.....معارف القرآن (آٹھ جلدوں میں) از مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، اس میں قرآن کریم کے متن کے ساتھ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ ہے اور خلاصۂ تفسیر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان القرآن سے مأخوذ ہے اور پھر ''معارف ومسائل'' کے عنوان سے ضروری تشریحات ونکات اور مسائل ذکر کیے جاتے ہیں، ہمارے دور کی یہ مفید ترین تفسیر ہے۔

۲:...... معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، محدثانہ انداز کی یہ بہترین تفسیر ہے، متن قرآن کے ساتھ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ ہے، تفسیر میں بیان القرآن کی پیروی کی گئی ہے اور حدیثی، کلامی، فقہی اور تاریخی فوائد کا گراں قدر اضافہ کیا گیا ہے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس کی تکمیل نہیں فرما سکے تھے، ان کے صاحبزادہ گرامی حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور نے اس کی تکمیل فرمائی ہے۔

۳:......فوائد عثمانی بر ترجمہ شیخ الہندؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمد حسن دیوبندی قدس سرہٗ نے حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کو جدید قالب میں ڈھالا تھا اور سورۂ بقرہ اور سورۃ النساء کے فوائد بھی تحریر فرمائے تھے، بقیہ فوائد حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمائے، یہ تفسیر ایک ادبی شاہکار ہے اور قرآن فہمی کے لیے کلید کا حکم رکھتی ہے۔

۴:......تفسیر کشف الرحمٰن، از سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، اس تفسیر میں بھی ترجمہ اور تفسیر کے لیے حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر موضح القرآن کو بنیاد بنادیا گیا ہے اور قرآنی مفاہیم کو دہلی کی ٹکسالی زبان میں کیا گیا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین

www.banuri.edu.pk